بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں خیر کا وجود انبیاء ع کا مرھون منت ہے۔ گویا کہ انبیاء ع ھی نے دنیا کو نیکی سے روشناس کرایا۔ انبیاء نہ آتے تو دنیا میں نیکی اور بھلائی کا سرے سے کوئی تصور نہ ھوتا۔ یہ بات تاریخی اعتبار سے بالکل درست ہے۔ قرآن مجید اور کتب احادیث کا اگر تاریخی نقطہ نظر سے مطالع کیا جائے تو بھی اس حقیقت کی تردید ممکن نہیں کہ انسانی معاشرہ کو خیر کی معروف اقدار اور عام مسلمہ اخلاقی روایات سے متعارف کرانے کا سہرا اصلاً ان ستودہ صفات پاک نفوس کے سر ہے جن کو انبیاء و رسل کا نام دیا جاتا ہے۔ خدا، انسان، خیر و شر اور وحی و الہام کے ذکر کے ساتھ یہ بات بطور امر مسلمہ کے طے شدہ سمجھنی چاہئیے کہ خیر نام ہے رضائے الہی کا اور جو کچھ اس کے ماوراء ہے وہ شر ہے۔ خیر و شر کی معروضی تعریف صرف یہی ھو سکتی ہے۔ اور صرف اسی سے دنیا میں صلح، ھم آھنگی اور یکجہتی کا مطلوبہ مقصد پورا ھو سکتا ہے۔ اور صرف اسی کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے جس میں ھر متنفس کے لئے امن و عافیت اور سکھ چین کا بہرہ وافر ھو۔ ایسے معاشرہ کا خواب تو ھر دور میں دیکھا گیا مگر تعبیر کے لئے انسانیت شاید ھنوز کسی معجزے کی منتظر ہے۔ حالانکہ انبیاء کے سلسلے اور خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد کسی معجزے کی نہیں اس لائحہ عمل کو اختیار کرنے کی ضرورت رہ جاتی ہے جو انبیاء لائے۔ خیر و شر کے اس معیار کے علاوہ ھر معیار اپنے اندر فساد کی صورتیں لئے ھوئے ہے اس لئے اس سے حذر لازم ہے۔ مختصر یہ کہ رضائے الہی کے علم کا ذریعہ اللہ کا قاصد اور پیغامبر ھی ھو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں انسانی عقل بے بس ہے۔ انسان محض عقل یا فطرت و جبلت کی مدد سے رضائے

الہی کا علم حاصل نہیں کر سکتا ۔

قرآن مجید کی بعض آیات اور حدیث کی بعض صحیح روایات سے یہ مفہوم متبادر ہوتا ہے کہ تمیز خیر و شر کو اللہ تعالی نے براہ راست ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کر دیا ہے اور انسان اپنی فطرت کی رہنمائی میں خود اس کا ادراک کرنے کا اہل ہے ۔ اس ضمن میں سورہ بلد کی ایک آیت :

و ھدیناہ النجدین (اور ہم نے اسے دکھا دیں دونوں راہیں)

اور سورۂ شمس کی آیات ''و نفس وما سواھا فالھمھا فجورھا و تقواھا(۷-۸) (اور قسم ہے نفس انسانی کی اور جو اس نے اسے درست کیا۔ اس کے بعد اسے اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری کا الہام کردیا) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے ۔ اسی زمرے میں یہ حدیث بھی آتی ہے ''کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (ہر بچہ فطرۃ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے یہ اس کے ماں باپ ہیں جو اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں) ہمارے خیال میں یہاں الفاظ کے ظاہری مفہوم کا بھی یہ منشاء نہیں ہے کہ انسان مجرد اپنی فطرت کی بدولت نبی کی طرف سے دی ہوئی ہدایت کے بغیر صراط مستقیم کو پاسکتا ہے ۔ فطرت میں تمیز خیر و شر ودیعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان میں ایسی قوتیں رکھ دی ہیں کہ وہ ان کی مدد سے خیر و شر میں امتیاز کر سکتا ہے۔ یہ نہ ہوتا تو انسان ترک سیئات اور اختیار حسنات کا مکلف نہ ہوتا ۔ اس کی مثال انسان کی قوت بینائی کی ہے ۔ کہ آنکھ میں بینائی نہ ہو تو عالم مشاہدہ کی کوئی چیز خارجی روشنی کی موجودگی میں بھی انسان نہیں دیکھ سکتا ۔ لیکن داخلی بینائی اور خارجی روشنی کے ساتھ شئی کا موجود ہونا بھی ضروری ہے ۔ اسی طرح انسان بے شک خیر و شر کا ادراک کر سکتا لیکن ادراک جبھی کر سکتا ہے کہ خارج میں ان کا وجود بھی ہو ۔ خارج

میں ان کا وجود انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیم کی تعلیم کا رهین منت ھے۔ انبیاء نہ ھوتے تو انسان بھٹکتا رھتا اس کو یہ بتانے والا کوئی نہ ھوتا کہ یہ خیرھے اس کو اختیار کرو یہ شر ھے اس سے بچو۔ اللہ اس پر قادر تھا کہ براہ راست انسان کو خود اس کا علم عطا کر دیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی مشیت اسی کی مقتضی ھوئی کہ اس کے لئے نبوت اور رسالت کا پورا ایک سلسلہ قائم کرے۔ چنانچہ اس زمین پر انسان کی آمد کے ساتھ ھی پیغام ربانی کا یہ منصب شروع ھو گیا اور وقفے وقفے سے بلا انقطاع تسلسل انبیاء آتے رھے اور زندگی بسر کرنے کے وہ طریقے بتاتے رھے جن میں خالق کی رضا تھی اور انسان کی اپنی فلاح و بہبود بھی۔ اللہ تعالی نے اپنے اوپر یہ بات لازم اس لئے کرلی کہ اس نے اس دنیا میں ایک ایسی قوت کو بھی کام کرنے کی مکمل آزادی اور مہلت دے دی تھی جو انسان کو غلط راستے پر ڈال کر برائی کی طرف لے جانے کے لئے شروع ھی سے سر گرم عمل چلی آرھی ھے۔ اور انسان اپنی بشری کمزوریوں کے باعث ھر وقت معرض خطر میں رھتا ھے۔ شیطان کے دام تزویر میں آجانا اس کی فطری کمزوری ھے۔ قرآن میں مذکور قصہ ابلیس و آدم کے خاص خاص نکات پر غور کریں تو اس فلسفے کی حقیقت بآسانی سمجھ میں آجاتی ھے۔ اگر اللہ کی رحمت انسان کی دستگیری نہ کرتی تو اس کے لئے اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی دونوں جگہ تباھی و بربادی کے سوا کچھ نہ باقی رھتا۔

یہ دنیا مجموعہ اضداد ھے۔ یہاں ھر تصویر کے دو رخ ھیں۔ ھر قدم پر دوراھے ھیں۔ ھر چیز میں دو پہلو ھیں۔ ان میں سے ایک اچھا ھے ایک برا۔ ایک سفید ھے ایک مضر۔ جس ذات نے حسن و قبح کے دو تاروں سے اس دنیا کے تانے بانے تیار کئے اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ اهتمام بھی

کردیا کہ اپنے خاص بندوں کے ذریعے متعین طور پر یہ وضاحت کردی کہ اچھا کیا ھے برا کیا ھے۔ نبوت و رسالت کو فیصلہ کن معیار تسلیم نہ کرنے کے بعد انسان کے پاس ظن و تخمین سے کام لینے کے سوا اعتماد و یقین کا کوئی سامان باقی نہیں رھتا۔ اس لئے ناگزیر ھے کہ جو لوگ شر کے نہیں خیر کے طالب ھیں وہ زندگی کے معاملات میں فیصلے کے لئے انبیاء کو حکم تسلیم کر لیں۔

آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء مبعوث ھوئے ان کی تعلیم بنیادی طور پر ایک تھی۔ سب نے حصول رضائے الہی کے لئے اطاعت امر الہی کی تلقین کی۔ اسی کا نام اسلام ھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا دین بھی اسلام ھی تھا اور حضرت محمد علیہ الصلاۃ والتسلیم کا دین بھی اسلام ھی ھے۔ قرآن مجید اسلامی تعلیمات کا آخری اور مکمل صحیفہ ھےجو سلسلہ نبوت کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ھوا۔ جن کی پیدائش ربیع الاول کے متبرک مہینے میں ھوئی تھی۔ آپ کی سیرت کو جملہ عالم انسانیت کے لئے اسوۃ حسنہ کا درجہ حاصل ھے۔ آپ کی ذات مسلمانوں ھی کے لئے نہیں بلکہ عالم بشریت کے لئے اچھی زندگی کا بہترین نمونہ ھے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنہ (احزاب - ۲۱) اس اسوۂ حسنہ کا ایک مکمل خاکہ قرآن کریم اور کتب احادیث و سیرت میں محفوظ ھے۔ ھر وہ شخص جس کو دونوں جہانوں میں اچھی زندگی کی تمنا ھے اسے چاھئے کہ اس اسوۂ حسنہ کی طرف رجوع کرے۔

۱۲ ربیع الاول

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق ۱۲ ربیع الاول کو بعض اسلامی احکام کے نفاذ کا اعلان کرنے والے ھیں۔ پاکستانی ملت اس دن کے لئے چشم

براہ ہے ۔ پاکستان کی تاریخ میں ۱۳۹۹ھ کے ربیع الاول کو یہ امتیاز حاصل ہوگا کہ ۳۰ سال کے طویل عرصہ میں پہلی بار ملک کا سربراہ اعلی اس دن کو ایک نئے مفہوم سے آشنا کرے گا ۔ یہ مفہوم اس لحاظ سے تو نیا ہوگا کہ ہم اسے مدت دراز سے فراموش کئے ہوئے تھے مگر ماضی بعید میں دور تک جا کر اگر ہم رشتہ کار کی کڑیاں تلاش کریں تو معلوم ہوگا کہ نہ تو یہ مفہوم نیا ہے اور نہ اس کا اطلاق نیا ہے ۔

۱۲ ربیع الاول ہر سال آتا تھا اور گزر جاتا تھا ۔ ہم اس کو روایتی انداز میں منانے کا اہتمام بھی کرتے تھے ۔ مگر اس دن کی اصل عظمت کو دوبارہ زندہ کرنے کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا ۔ صدر مملکت کے اعلان کے بعد یہ دن پاکستان کی تاریخ میں ایک یادگار بلکہ عہد آفرین اور تاریخ ساز دن ہوگا ۔ اس اعلان کے بعد اسلام کے لئے کام کرنے والی تمام قوتوں کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ایک نیا عزم اور نیا ولولہ لے کر میدان میں عمل کود پڑنا ہوگا ۔ انہیں قول سے نہیں عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اسلام ہی وہ دین اور نظام حیات ہے جو تمام ادیان پر فوقیت رکھتا ہے ۔